پاکستان میں عیسائیت کی رفتار ترقی

سیّد محمد جمیل صاحب

[ذیل کا عبرت انگیز مضمون رسالہ (VOICE OF ISLAM) میں شائع ہوا ہے جس سے یہ المناک حقیقت معلوم ہوگی کہ قیام پاکستان کے بعد ہماری "اسلامی حکومت" کے زیر سایہ عیسائیت کو کتنا فروغ نصیب ہوا ہے اور غیر مسلموں یا پست طبقوں ہی میں نہیں، خود مسلمانوں میں سے کتنی بڑی تعداد کو عیسائی مشنری اسلام سے نکال کر اپنے مذہب میں داخل کر چکے ہیں۔ یہ داستان اگرچہ ہم سب مسلمانانِ پاکستان کے لیے ہی شرمناک ہے، لیکن خصوصیت کے ساتھ اس کو پڑھتے وقت ہمیں ان غیر معمولی رعایات کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہیے جو ہمارے ملک میں مشنری مدارس اور کالجوں اور ہسپتالوں کو حاصل ہیں، اور ان اثرات کو بھی نہ بھولنا چاہیے جو مسیحی پادریوں کو ہمارے حکام عالی مقام کی بارگاہوں میں حاصل رہے ہیں۔ انگریزی حکومت میں مسلمان مولوی جتنا بے اثر تھا اتنا ہی آج ہماری "اسلامی حکومت" میں بھی ہے بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ بے اثر۔ اور اس وقت مسیحی پادری جتنا با اثر تھا اتنا ہی آج ہے بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ با اثر۔ یہی وجہ ہے کہ خود انگریزی حکومت میں بھی عیسائیت کو وہ فروغ نصیب نہ ہوا تھا جو آج اسے نصیب ہو رہا ہے۔]

مسلمانوں کو اپنا دین ہمیشہ سے عزیز جان سے بھی زیادہ عزیز رہا ہے۔ انہوں نے اپنی جان پر کھیل کر بھی اپنے دین کی حفاظت کی ہے اور دین کو بچانے کی خاطر اپنی زندگی کو قربان کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا ہے۔ یہ دعویٰ اُن حالات پر بھی پورے طور پر صادق آتا ہے جبکہ مسلمانوں کو اجنبی ممالک میں قلیل تعداد میں زندگی بسر کرنی پڑی ہے یا جب کہ وہ اپنے ملکوں میں اغیار کے

تسلط کا شکار رہے ہیں۔ اسلام اور اس کی حقانی تعلیمات کو اللہ تعالیٰ نے حسن اور دلکشی کا ایک ایسا مرقع بنا دیا ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ اپنے نازک ترین ادوار میں بھی ارتداد کے فتنوں سے قریب قریب قطعی طور پر ناآشنا رہی ہے۔ ہماری پوری چودہ صد سالہ قومی زندگی میں ترک اسلام اور ارتداد کے واقعات خال خال اور اِکّا دُکّا ہی دکھائی دیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب میں نے کینیڈا کے ایک مسیحی جریدے "پراسپکٹر" کے اکتوبر ۱۹۵۸ء کے شمارے میں یہ رپورٹ پڑھی کہ مسلمان ممالک میں عیسائیت کی اشاعت ترقی کر رہی ہے تو مجھے سخت صدمہ ہوا اور ابتداءً میرا دل اس بات کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہو سکا۔ یہ رسالہ ایک بین الاقوامی رومن کیتھولک مشنری تنظیم کے زیرِ اہتمام چھپتا ہے۔ اس تبصرے میں پاکستان کے اندر عیسائیت کے ارتقاء کا بالخصوص مسرت آمیز لہجے میں ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"پاکستان میں چرچ کو اپنے تبلیغی مشن میں عظیم ترین کامیابی حاصل ہوئی ہے اور صرف گزشتہ سال میں آٹھ ہزار مسلمانوں کو بپتسمہ دے کر عیسائی بنایا گیا ہے۔ پاکستان کی مجموعی آبادی سات کروڑ اسی لاکھ ہے جس میں رومن کیتھولک افراد کی تعداد اسی ہزار سے بڑھ کر اب دو لاکھ اٹھاسی ہزار دو سو نرسٹھ تک پہنچ چکی ہے۔" یہ روداد میرے لیے انتہائی تشویش انگیز تھی، اس لیے میں نے چاہا کہ میں اسے صحیح سمجھنے سے پہلے دوسرے ذرائع سے بھی اس کی تصدیق کر لوں۔

میں نے جب اس مسئلے پر تحقیق و تفتیش کی تو مجھے اس موضوع سے متعلق دو بیان دستیاب ہوئے۔ ان میں سے ایک تو انٹرنیشنل کیتھولک المنیک ۱۹۵۸ء کی وہ سرکاری رپورٹ ہے جسے کلیسائی اتھارٹی کی باقاعدہ توثیق حاصل ہے۔ اس میں ۳۰ جون ۱۹۵۷ء تک کے باقاعدہ اعداد و شمار درج ہیں۔ دوسرا بیان پاکستانی عیسائیوں کے ایک نمائندے کا ہے جو دو سال قبل اُن کی طرف سے باضابطہ جاری کیا گیا تھا۔ کیتھولک المنیک میں پاکستان سے متعلق ذیل کا اندراج ہے:-

" پادری ، اور مذہبی عہدے دار تین سو سینتیس ۳۳۷ - گرجے ستاسٹھ - مذہبی کارکن سات سو باون ۷۵۲ مدارس تین سو ستتر - طلبہ تریسٹھ ہزار چار سو ساٹھ ۶۳۴۶۰ - دیگر ادارے بہتّر ۷۲ - رومن کیتھولک دو لاکھ اڑسٹھ ہزار تین سو بائیس ۲۶۸۳۲۲ "

یہ رپورٹ " پراسپکٹر " والی رپورٹ سے ایک سال پہلے کی ہے - اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو پراسپکٹر میں ۱۹۵۸ء کی جو تعداد دو لاکھ اٹھاسی ہزار دو سو تریسٹھ بیان ہوئی ہے وہ بھی درست اور قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے - یہ پاکستان کے رومن کیتھولک باشندوں کی تعداد ہے جو علانیہ دن دہاڑے ٹھیک ٹھیک تعین کے ساتھ سرکاری طور پر شائع ہوئی ہے اس میں کسی طرح کی غلطی یا مبالغہ آمیزی کا امکان موجود نہیں ہے - اس سلسلے میں دوسرا بیان جو مجھے ملا ہے وہ مسٹر انیتھونی ڈی سوزا کا ہے جو انہوں نے دو سال قبل دیا تھا - صاحبِ موصوف پاکستانی عیسائیوں کے نمائندے اور ایک ذمہ دار سرکاری ملازم ہیں - وہ اپنے بیان میں کہتے ہیں :

" عیسائی اقلیت آج صرف بڑے شہروں اور قصبوں ہی میں سرگرم کار نہیں ہے بلکہ پورے ملک کے دیہات میں بلکہ جھونپڑوں تک میں عیسائی ٹیچر ، ڈاکٹر ، نرسیں اور قانون دان موجود ہیں اور مغربی پاکستان میں عیسائیوں کے پورے پورے گاؤں وجود میں آچکے ہیں "

یہ حقائق اور اعداد و شمار ہر شخص کی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں - ہر شخص انہیں بچشم سر دیکھ سکتا ہے - اب میرے لیے اس سوال کا جواب دینا قطعاً غیر ضروری ہے کہ عیسائی چرچ نے " اگر مسلمانوں کو عیسائیت سے ہم آغوش کرنے میں نمایاں ترین کامیابی حاصل کی ہے " تو یہ امر پاکستانی مسلمانوں کے لیے اور جن لوگوں نے گزشتہ دس سال تک یہاں حکمرانی کی ہے ان کے لیے باعثِ فخر ہے یا باعثِ شرم ؟ ہماری گزشتہ تاریخ تو ہمیں یہ بتاتی ہے کہ جب کبھی ملتِ اسلامیہ کا ایک فرد بھی دائرۂ اسلام سے نکلتا تھا یا اس کے نکلنے کے امکانات پیدا ہوتے تھے تو پوری

ملت برانگیختہ ہو جاتی اور کرب و اذیت سے تلملا اٹھتی تھی۔ ہماری یہی کیفیت اُس دور میں بھی قائم اور برقرار تھی جب ہم انگریزوں کے تسلط میں جکڑے ہوئے تھے۔ ہم انگریزی حکومت سے ہمیشہ اس لیے لڑتے رہے کہ وہ مسلمانوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی سرپرستی کرتی ہے ہر شخص کو معلوم ہے کہ سرسید احمد خاں نے اپنی کتاب "اسباب بغاوت ہند" میں یہ بات واضح طور پر ثابت کر دی تھی کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کا براہِ راست تعلق اس امر سے بھی تھا کہ حکومت دینی معاملات میں مداخلت کرتی تھی۔ چنانچہ ملکہ وکٹوریہ کو اپنے ۱۸۵۸ء کے مشہور اعلان میں مذہبی غیر جانبداری کی صراحت کرنی پڑی۔ اب اگر ہماری آزادی کے بعد کلیسا اُپنی عظیم ترین کامیابی" کا مخبریہ اظہار کر رہا ہے تو ہر سچے مسلمان کے دل پر چوٹ لگنی چاہیے اور اُس کی گردن ندامت سے جھک جانی چاہیے۔ یہ چیز ہمارے دینی احساسات، ہمارے ملی استحکام اور ہمارے اسلامی جذبات کے لیے ایک کھلے کھلے چیلنج کا درجہ رکھتی ہے۔ مجھے یہ بات ایک ناقابلِ یقین تضاد معلوم ہوتی تھی کہ ہمارے تیرہ سالہ دورِ آزادی میں اسلام چھوڑ کر عیسائیت قبول کرنے والوں کی تعداد ہمارے دوصد سالہ دورِ غلامی میں عیسائی ہونے والوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہے! اس صورتِ حال کا تصور میرے سکونِ قلب کو تہ و بالا کرنے اور مجھے مبتلائے رنج و الم کرنے کے لیے بالکل کافی تھا۔

معاملے کی نزاکت اور سنگینی اس امر کا تقاضا کرتی تھی کہ اس کے مختلف پہلوؤں کا غیر جذباتی طریق پر مطالعہ کیا جائے اور متعلقہ حقائق اور اسباب و نتائج پر تفصیلی نگاہ ڈالی جائے اس کے لیے ضروری تھا کہ مردم شماری سے حاصل شدہ معلومات کا ضلع وار اور صوبہ وار معائنہ کیا جائے۔ مزید برآں یہ بھی لازم تھا کہ مشنری سوسائٹیوں کا لٹریچر فراہم کیا جائے اور ان کے تبلیغی مراکز سے ربط قائم کر کے معلومات حاصل کی جائیں۔ تقابلی مطالعے کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ دیارِ ملحقہ ۔ بالخصوص ہندوستان ۔ کے حالات کا بھی اس نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے

اس سارے مواد کی فراہمی خاصا مشکل کام تھا۔ ہمارے ہاں اچھی لائبریریوں اور مطالعہ کی سہولتوں کا فقدان ہے اور تاجرانِ کتب کے ہاں سنجیدہ اور کارآمد کتابوں کا ملنا آسان نہیں ہے۔ تاہم رفتہ رفتہ مجھے کچھ نہ کچھ مواد میسر ہو گیا ہے اور اپنی تحقیقات کے نتائج سے میں اپنے مسلمان بھائیوں کو آگاہ کر رہا ہوں۔

تقسیم سے قبل کے ہندوستان کے متعلق اعداد و شمار یہ ثابت کرتے ہیں کہ قریب ڈیڑھ صدی کی مسیحی تبلیغی جدوجہد اور مسلمانوں کی اقتصادی، تعلیمی اور سیاسی ناکہ بندی کے باوجود ۱۸۸۱ء تک ہندوستان کے پچاس ہزار عیسائیوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جسے دائرہ اسلام سے نکال کر عیسائیت میں داخل کیا جا سکا ہو۔ صرف یہی نہیں کہ اس پورے عرصے میں کوئی مسلمان عیسائی نہیں ہوا، بلکہ مسلم اکثریت کے علاقوں میں اور ان خطوں میں جہاں اسلامی تہذیب کا غلبہ تھا وہاں دوسرے غیر مسلموں میں سے بھی کچھ بہت زیادہ لوگ مشنریوں کی تبلیغ سے متاثر نہیں ہوتے۔ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری صاف بتاتی ہے کہ اُس وقت متحدہ ہندوستان کے شمالی خطے میں ـــ جو پشاور اور کراچی سے لے کر ڈھاکہ اور شیلانگ تک پھیلا ہوا تھا ـــ عیسائیوں کا تناسب تین ہزار میں ایک اور بعض جگہ اس سے بھی کم تھا۔ پورے غیر منقسم پنجاب بشمول دہلی میں عیسائی صرف تین ہزار تین سو اکیاون (۳۳۵۱) تھے، جو عیسائیوں کی ہر طرح کی کوششوں کا ثمرہ تھے۔ حساب لگا کر دیکھا جائے تو ان خطوں میں گویا عیسائی ایک فی پانچ ہزار بھی نہ تھے۔ ۱۹۰۱ء تک بھی شمال مغربی سرحدی صوبے میں عیسائی پانسو اسی (۵۸۰) سے زائد تعداد میں نہ تھے۔ بلوچستان اور کراچی کو چھوڑ کر باقی سارے سندھ میں ان کی تعداد سرحدی صوبے کی تعداد سے بھی کم تھی۔ اس وقت پورے جموں و کشمیر میں ہندوستانی عیسائی صرف دو سو دو (۲۰۲) تھے۔ ان اعداد و شمار میں مرد، عورت، بچے سب شامل ہیں۔ اس زمانے میں برما، بمبئی، مدراس اور سیلون کو چھوڑ کر بقیہ پورے ہندوستان میں عیسائیوں کی گنتی چار لاکھ سے زائد نہ تھی۔ گویا کہ ان علاقوں میں بھی عیسائی اور غیر عیسائی کا تناسب ۱ : ۵۰۰ تھا (باقی ص ۹۳ پر)